رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دے گا۔ الہام مسیح موعود

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۵ | ۲۱ر اگست ۱۹۱۷ء | سہ شنبہ | مطابق یکم ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ | نمبر ۱۵

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو حرارت ابھی تک ہے۔ اور ہر وقت رہتی ہے ضعف بہت ہے۔ تھوڑی سی حرکت سے بھی تکلیف ہو جاتی ہے۔ اور حرارت بڑھ جاتی ہے جمعہ کے دن کسی قدر افاقہ تھا۔ مگر ہفتہ سے آہستہ آہستہ حرارت میں پھر ترقی ہے۔ ہفتہ کے روز حضور نے مغرب کی اور اتوار کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ اور کچھ دیر تک اپنے خدام کو دیدار فرحت آثار سے مستفیض فرمایا۔ نیز بعض خطوط کے جواب بھی لکھوائے۔ آج پیر کو حضور نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ احباب دعا کریں کہ خدا تعالےٰ حضور کو صحت بخشے ✤

مطلع ابر آلود رہتا ہے۔ اور گاہے گاہے تقاطر بھی ہو جاتا ہے۔ کسی قدر موسمی بخار کی شکایت سُنی جاتی ہے ✤

اخبار احمدیہ

ڈاک کے قواعد

جناب مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں کے ڈاکخانہ کے بعض قواعد عجیب ہیں۔ جو خط بیرنگ ہو جائے۔ اسپر بیرنگ کی مُہر نہیں لگتی۔ بلکہ بیرنگ کا ایک ٹکٹ ہوتا ہے وہ لگایا جاتا ہے۔ اسپر رقم لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے مطابق چٹھی رسان وصول کر لیتا ہے۔ ڈاکخانہ میں کام کرنے والی قریباً سب عورتیں ہیں چٹھی رسان بھی عورتیں۔ ہمارے علاقہ کی چٹھی رساں تیسری منزل پر آکر ہمارے خط دے جاتی ہے۔ یہاں منی آرڈر مکانوں پر تقسیم نہیں ہوتے۔ بلکہ پوسٹ ماسٹر صاحب پانیدہ کو خط لکھتے ہیں۔ کہ آپ کے نام کا منی آرڈر فلاں مقام سے آیا ہے۔ اگر لینا ہو تو آ جاؤ اور پوچھتے ہیں کہ فرستندہ کا نام کیا ہے نام درست بتلا دو۔ تو منی آرڈر مل جاتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ اسواسطے ضروری ہے کہ جو صاحب کوئی منی آرڈر روانہ کریں۔ ساتھ ہی ایک خط بھی لکھ دیں۔ ورنہ ممکن ہے کہ منی آرڈر نہ مل سکے ✤

آسٹریلیا میں غیر معمولی حوادث

مبلغ احمدیت مولوی حسن موسیٰ خان صاحب آسٹریلیا سے لکھتے ہیں اول غیر معمولی بارش و فلڈ اور پھل وغیرہ کا برباد ہونا۔ دوم۔ اسقدر مچھر بہت سے مقامات کو گھیر کر بادل کیطرح معلوم ہوتے اور سینکڑوں جانور مر گئے۔ لوگ بہت تنگ آ گئے ہیں ایسا کبھی دیکھا نہ سنا تھا۔ سوم۔ ایک قسم کی سخت طاعون نے حملہ کرنا شروع کیا۔ جو کبھی اس ملک میں نہیں ہوئی۔ اور بیماریاں آہستہ آہستہ پھیل رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے ✤

دردِ دل سے دُعا فرماویں

مالا بار میں سرکار کی طرف سے کنا نور کے قاضی اور حاجی موسیٰ نام ایک غیر احمدی پر احمدیوں کے خلاف عوام کو اکسانے کا مقدمہ چل رہا ہے

بمبئی میں تبلیغ

میر محمد اسحاق صاحب کی تقریر

اعتراضات اور اُنکے جواب

(الفضل کے خاص نامہ نگار کے قلم سے)

مکان پر تبادلہ خیالات جناب حجۃ رضوی صاحب کے مکان پر جمعہ کے بعد ہمارے مکان پر لوگ آنا شروع ہوگئے ہیں کمپنی فوج کے بعض عیسائی اور ایک یہودی عیسائی بہت دیر تک تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ انھیں باتوں کے اختلافات پر میر صاحب نے توجہ دلائی۔ جس کا جواب ان سے نہ بن پڑا۔ اُنھوں نے کہا اپنے پروفیسر سے دریافت کریں گے اور یہ بھی کہا کہ ہمارے وہاں آؤ۔

انجمن ضیاء الاسلام میں لیکچر آج بعد نماز مغرب انجمن ضیاء الاسلام میں میر صاحب نے حقیقت اسلام پر غیر متوقع تقریر کی ضیاء الاسلام میں جمعہ کے روز عیسائی اور آریہ صاحبان جاکر اسلام کے متعلق مباحثہ کرتے ہیں جب ہم وہاں پہنچے تو مباحثہ کسیقدر جاری تھا۔ مگر پریذیڈنٹ جلسہ نے خواہش کی کہ ہم میں سے کوئی فضیلت اسلام پر تقریر کرے چنانچہ میر صاحب نے کھڑے ہوکر مختصر تقریر کی جس میں اسلام کی فضیلت کو اجمالی طور پر انھوں نے بیان کرتے ہوئے کہا۔

اول اسلام کا نام ہی دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ایسا ہے کہ وہ اپنی حقیقت اس نام کے اندر رکھتا ہے

دوم اسلام نے دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے دوسرے مذاہب کے ساتھ جو تعلقات قائم کئے ہیں۔ جو اصول بتائے ہیں وہ بے نظیر ہیں۔ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر اور لا تسبوا الذین الآیۃ سے استنباط کیا۔

سوم اس نے جو تعلیم حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق دی ہے وہ بھی بے نظیر ہے

آریہ کا اعتراض اور اسکا جواب اس تقریر پر مباحثہ شروع ہوا۔ ایک آریہ اور عیسائی نے اعتراض کئے۔ ان اعتراضات میں سے آریہ کے اعتراض کا خلاصہ تو یہ تھا کہ جب ہر قوم میں نبی آئے اور اُن کو خداتعالیٰ کی طرف سے تعلیم دی گئی تو پھر پہلی شریعتوں کو منسوخ کرکے قرآن مجید کیوں آیا؟ اس کا جواب میر صاحب نے نہایت قابلیت سے دیا کہ وہ شریعتیں وقتی ضروریات کے لئے تھیں جیسے بچہ کو ابتدا میں ماں کا دودھ ملتا ہے۔ پھر وہی خدا جو اس کے لئے دودھ پیدا کرتا ہے بچہ کے بڑھنے پر دو سال کے بعد مختلف قسم کی اغذیہ اس کے لئے مہیا کرتا ہے اس طریق پر اس کو خوب کھولا۔

پھر اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ پہلی کتابیں محرف مبدل ہوچکی ہیں۔ خداتعالیٰ نے ان کی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا۔ یہ وعدہ قرآن کریم سے مخصوص ہے۔ اور اس کی ظاہری اور معنوی حفاظت کا انتظام کیا ہمیشہ ایسے لوگوں کو خدا نے مبعوث کیا جو اسلام کی تائید اور حمایت کے لئے اس کی طرف سے آئے۔

عیسائی کا اعتراض اور اس کا جواب پادری صاحب نے جو اعتراض کیا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ توریت کو نور اور ہدایت کہا گیا ہے پھر اس کی موجودگی میں قرآن کریم کی کیا ضرورت۔ اسے بتایا گیا کہ قرآن مجید میں انا انزلنا التوراۃ میں انزلنا کا لفظ بتاتا ہے کہ نزول کے وقت بیشک وہ ہدایت اور نور تھی مگر بعد میں اس کی حالت یحرفون الکلم عن مواضعہ کی مصداق ہوگئی اور یہ تحریف ایسی ہے کہ اس کو معنوی تحریف نہیں کہہ سکتے۔ غرض پادری صاحب کے اعتراض کا جواب بھی بڑی وضاحت سے دیا گیا۔ لوگ بہت خوش ہوئے۔ مسلمانوں میں عام طور پر اعلان ہو رہا ہے اور اس وقت تک وہ دلچسپی سے باتیں سنتے ہیں اور ان کے چہروں سے مسرت اور خوش آیند جوش پایا جاتا ہے۔

وفد بمبئی کا پروگرام ۵ بجے صبح۔ اذان فجر ½ ۵ تک نماز فجر ½ ۵ تا ½ ۶ تلاوت قرآن و حفظ ½ ۶ تا ½ ۱۰۔ خطوط۔ مضامین۔ رپورٹ ½ ۱۰ تا ½ ۱۲۔ ملاقات۔ طعام۔ آرام ½ ۱۲ تا ½ ۱ نماز ظہر ½ ۱ تا ۴ ملاقات بیرونی ۴ تا ۵ نماز عصر ۵ تا ۷۔ لیکچر وغیرہ۔ ۷ تا ½ ۷ نماز مغرب ½ ۷ تا ½ ۸ درس قرآن۔ ½ ۸ تا ۱۰۔ طعام و نماز عشاء و آرام

ایک اشتہار بھی کاتب کو عام اطلاع کے لئے دیدیا گیا ہے۔ باقی حالات بدستور ہیں۔ بارش ہر روز ہوتی ہے اس کی وجہ سے بھی کسیقدر کام میں روک ہوتی ہے۔ تاہم اپنی طرف سے خدا کے فضل سے وقت کو ضائع ہونے سے بچانے کی سعی کی جاتی ہے۔

درس قرآن درس خدا کے فضل سے شروع ہوگیا تعلیم یافتہ اور عوام ہر قسم کے لوگ تھے خدا کا شکر ہے کہ کمرہ بھر گیا تھا۔ ساٹھ اور ستر کے درمیان لوگ تھے جگہ تھوڑی ہے اور یقین ہے کہ مقدار بڑھیگی۔ لوگوں نے نہایت محبت سے درس کو سُنا اور بعد درس اس کام کے لئے پبلک کی طرف سے شکر گذاری کا اظہار کیا گیا۔ اور انھوں نے اس خدمت کو از بس محسوس کیا ہے کہ بہت اہم اور ضروری کام ہے جو یہاں شروع کیا گیا ہے۔ یہ خدا کے فضل کی بات ہے ہم اس کو بہت کچھ توقع سے بڑھ کر دیکھ رہے ہیں۔ بمبئی جیسے مادیت کے مرکز اور بالکل رو بہ دنیا شہر میں اس طرف توجہ پیدا ہو جانا ایک خاص فضل ہے۔ سکرٹری انجمن ضیاء الاسلام بھی موجود تھا۔ یہاں کی پبلک نے خود خواہش کی ہے کہ وقت یہاں کے اصول کے موافق ۹ بجے کے بعد رکھا جائے تاکہ لوگ بالکل فارغ ہوکر آئیں۔

درس کے بعد تبادلہ خیالات درس کے بعد دیر تک لوگ بیٹھے رہے اور دو آرزومند تھے کہ یہ سلسلہ دیر تک جاری رہے آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام سے سامعین کو انٹروڈیوس کرا دیا گیا۔ اور انشاءاللہ العزیز ساتھ ساتھ آپ کے پاک نام کی تبلیغ اس شہر میں ہوتی رہیگی جس کے لئے ہم یہاں بھیجے گئے ہیں۔

مخالفت کے منصوبے تحریک خود بخود ہو رہی ہے بعض لوگ اپنی اپنی جگہ مخالف مولویوں کے بلانے کی بھی فکریں کر رہے ہیں۔ سُننے میں آیا ہے کہ دہلی اور لکھنؤ خطوط لکھے گئے ہیں اس آگ کا لگنا انشاءاللہ مفید اور بابرکت ہوگا۔

کام بڑھ رہا ہے یہاں کام کا سلسلہ بڑھ رہا ہے۔ مکان پر بھی لوگ آتے ہیں۔ لیکچروں کا انتظام بھی ہو رہا ہے

الفضل
بسم اللہ الرحمن الرحیم
قادیان دارالامان - ۲۱ر - اگست ۱۹۱۷ء

مسلمانوں کے دل دُکھانیوالے الفاظ و محاورات کے بدلنے کی ضرورت

موجودہ جنگ نے جہاں عظیم الشان تغیرات پیدا کئے ہیں وہاں اس کا ایک یہ بھی اثر ہوا ہے۔ کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے۔ کہ الفاظ کے اندر بھی ایک حقیقت پوشیدہ ہوتی ہے۔ سب سے پہلے انگلستان میں اس بات کو محسوس کیا گیا۔ اور جرمن محاورات اور الفاظ کو انگریزی زبان سے نکالنے کی تحریک ہوئی۔ اسکے بعد گورنمنٹ روس نے دار الخلافہ روس کا نام سینٹ پیٹرز برگ سے پیٹروگراڈ بدل دیا۔ کیونکہ برگ یعنی شہر جرمن لفظ ہے۔ پھر جرمنی کے متعلق بھی خبر آئی۔ کہ وہاں بھی انگریزی لفظ زبان سے خارج کئے جا رہے ہیں۔ اور جن ہوٹلوں یا مکانوں کے نام انگریزی ہیں۔ انکو بدلا جا رہا ہے۔ اس کے بعد حضور ملک معظم کا اعلان شایع ہوا۔ کہ تمام وہ خطابات یا القاب جو جرمن ہیں۔ ان کو ہمارے خاندان کے آدمی ترک کردیں۔ اور خود بھی اس اعلان کے ماتحت ملک معظم نے تین جرمن القاب ترک کئے ہیں (۱) ڈیوک آف سیکسنی (۲) پرنس آف سیکسی کوبرگ سالفیلڈ (۳) پرنس آف کوبرگ اینڈ گوتھا۔ اسکے بعد شاہی محل کا جرمن نام بدلکر ونڈسر رکھا گیا۔ اور اب لنڈن میں تحریک ہو رہی ہے۔ کہ لنڈن کی گلیوں کے جرمن نام بھی تبدیل کئے جاویں۔ چنانچہ اس وقت تک پانچ جرمن نام بدلنے کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔ بیڈن ولا۔ ورٹمبرگ روڈ۔ سانڈبرگ روڈ۔ گیس بیگ روڈ۔ ڈیسمارک روڈ ۔

اس تمام تغیر و تبدل اور اعلانات شاہی کی وجہ یہی ہے کہ الفاظ اپنے ساتھ کچھ خیالات وابستہ رکھتے ہیں۔ اور ناپسند خیالات قلب پر اثر کرتے ہیں۔ روس نے اپنے دار الخلافہ کا نام اس لئے بدل دیا کہ شاہی شہر پر جرمن اثر کا خیال تک کو ملول نہ کرے۔ انگلستان نے جرمن خطابات اور محل شاہی کا نام اس لئے بدلا۔ کہ ہر وقت اپنے اور تہذیب و شائستگی کے دشمن کی یاد دلانے والے الفاظ اپنی محبوب اشیاء کے ساتھ وابستہ نہ رہیں۔ اور یہ جو کچھ ہوا۔ فطرت انسانی کے عین مطابق ہوا ہے ۔

اس موقعہ پر ہم بھی اپنے انگریز برادران سے ایک درخواست کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جبکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی۔ کہ وہ الفاظ جو دل دکھانے والے جذبات کے پیدا کرنیوالے ہوں۔ ان کا مٹانا ہی اچھا ہوتا ہے۔ تو انگریزی زبان سے ان الفاظ کا استعمال بھی مٹا دیا جاوے۔ جو مسلمانوں کے جذبات کو صدمہ پہنچانے والے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ اس وقت وہ الفاظ اپنی اصل حقیقت کو چھوڑ چکے ہیں لیکن پھر بھی ان کی اصل وضع چونکہ ملک معظم کی وفادار رعایا کے ایک کثیر حصہ کے جذبات کو ٹھیس لگانیوالے ہیں۔ تو ان کا بدلنا ہی اچھا ہے۔ اور جو وجہ ان جرمن الفاظ اور ناموں کے بدلنے کی ہے۔ وہی وجہ ان الفاظ کے بدلنے کی بھی ہے ۔

ہمیں یہ خیال پانچ اگست کے سول کی ایک تار کے ہیڈنگ سے ہوا ہے۔ . . . . . . رایوٹر کی تاروں میں جنرل سمٹس کا ایک اعلان شایع ہوا ہے۔ اور اس کا ہیڈنگ سول نے

Greatest Crusade of History

رکھا ہے یعنی تاریخی جنگوں میں سب سے بڑی کروسیڈ کروسیڈ کا لفظ جس نے ہماری توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ ایک ایسے فعل سے بنا ہے جس کے معنے کراس کے اٹھانے یا اپنے بدن پر کراس بنانے کے ہیں۔ اور جیسا کہ ویبسٹر میں لکھا ہے۔ اس لفظ کے اصل معنی ان جنگوں کے ہیں جو گیارہویں بارہویں اور تیرہویں صدی میں ملک شام کو مسلمانوں سے چھیننے کے لئے یورپ نے کی تھیں ۔

ان صلیبی جنگوں میں جو نمونہ تعصب کا اس وقت کے مسیحیوں نے دکھایا تھا۔ اور جو مظالم مسلمانوں پر کئے تھے وہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ اور آجکل کے مسیحی مصنف بھی ان جنگوں کو جارحانہ اور ظالمانہ قرار دیتے ہیں۔ ان جنگوں میں بلا وجہ اور بلا کسی جھگڑے یا فساد کے تمام یورپ اسلام پر حملہ آور ہوا تھا اور اسلام کے مٹانے کا اس نے عہد کیا تھا۔ اس وقت خدا تعالیٰ ہی نے اسلام کی حفاظت کی۔ ورنہ اسلام اس وقت نہایت نازک حالت میں تھا۔ اور قریب تھا کہ اسلام کا نام تک مٹ جاتا۔ پس موجودہ جنگ کو کروسیڈ کہنے سے مسلمانوں کے جذبات کو صدمہ پہنچتا ہے۔ اور جبکہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے۔ اور کل غیر متعصب مسیحی مصنف اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ جنگیں ظالمانہ تھیں اور یورپین حملہ آوروں کے ساتھ انصاف نہ تھا۔ اور انہوں نے ہزاروں لاکھوں عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ تو اس جنگ کو جس میں عدل و انصاف کے لئے گورنمنٹ برطانیہ کھڑی ہوئی ہے۔ کروسیڈ کہنا کب جائز ہے۔ کروسیڈز تو ظالمانہ اور جارحانہ جنگیں تھیں اور اس جنگ میں گورنمنٹ برطانیہ مدافعت اور قیام عدل کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ پھر اس جنگ کو کروسیڈ کہنے کے یا تو یہ معنے ہونگے۔ کہ یہ جنگ ظالمانہ ہے۔ اور ہماری گورنمنٹ محض ظلم کے طور پر جرمن سے لڑ رہی ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ اور واقعات کے خلاف ہے۔ یا پھر اس کے یہ معنے ہونگے کہ گیارہویں بارھویں اور تیرہویں صدی کی صلیبی جنگیں بھی عدل و انصاف پر مبنی تھیں۔ جو بات کہ علاوہ غلط ہونے کے مسلمانوں کے جذبات کو صدمہ پہنچانے والی ہے۔ پس گو اس وقت کروسیڈ کے معنے کسی بد کام کا مقابلہ کرنے کے ہیں لیکن یہ معنے اس لفظ کے اسی وقت ہو سکتے تھے۔ جبکہ یورپ نے اپنی موجودہ آزاد خیالی حاصل نہیں کی تھی۔ اور ابھی صلیبی جنگوں کو مبارک اور مذہبی جنگیں خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اب جبکہ تعصب کی جگہ عدل و انصاف نے لی ہے۔ اور حالات بدل گئے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ اس لفظ کو بھی انگریزی زبان سے نکال دیا جاوے۔ تا مسلمانوں کے جذبات کو صدمہ نہ پہنچے ۔

ایک اور لفظ بھی ہے۔ جس کا بدلنا نہایت ضروری ہے اور وہ اسمٰعیل کا لفظ ہے۔ حضرت اسمٰعیل قبیلہ قریش کے جد امجد ہیں۔ اور اسی قبیلہ سے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ انگریزی میں آپ کا نام اسمٰعیل ہے۔ اور مسیحیوں کے اثر سے اس لفظ کے معنے "خارج از جماعت" اور "راندے" کے ہو گئے ہیں۔ اور یہ معنے اس لفظ کے اسی لئے ہوئے ہیں کہ یہود کے نزدیک حضرت اسمٰعیل ایسے ہی تھے۔ مگر مسلمانوں

کے نزدیک وہ نبی اور خدا کے برگزیدہ تھے - اور بوجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کے وہ ان کے نزدیک خاص طور پر قابل عزت سمجھے جاتے ہیں - اور انکے نام کو ایسے بُرے معنوں میں استعمال ہوتے دیکھنا ان پر بہت شاق گذرتا ہے

اسلامی ممالک میں مذہبی آزادی

یہ بات تو ہمیں پہلے سے معلوم تھی - کہ ترکی حکومت کے ماتحت کسی قسم کی مذہبی آزادی نہیں ہے بلکہ مسیحیوں کو اسلام کے خلاف لکھنے کی اجازت ہے - مگر مسلمانوں کو ان کا جواب دینے کی اجازت نہیں - اب یہ معلوم کرکے اور بھی افسوس ہوا - کہ ایرانی حکومت کا بھی یہی حال ہے - وہاں سے آنے والے دوست بیان کرتے ہیں کہ ایران میں سوائے شیعہ مذہب اور مسیحی مذہب کے باقی سب مذاہب کے لئے کسی کتاب کا شایع کرنا منع ہے - بلکہ باہر سے آنے والی کتابوں کو بھی روکا جاتا ہے - افسوس ہے کہ ایک "غیر ملکی اور غیر مذہبی حکومت" کے انصاف اور علاقی کا تو یہ حال ہے - کہ خود اس کے اپنے مذہب کے خلاف تہذیب اور شائستگی کے ساتھ جو کچھ لکھو - وہ اسے ناپسند نہیں کرتی - اور اس "اسلامی حکومت" کا یہ حال ہے کہ کسی مذہب کا رد کرنا تو بڑی بات ہے - اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کی بھی وہ اجازت نہیں دیتی - ان واقعات کو دیکھ کر ایک راستی کے شیدا اور صداقت کے دلدادہ کے دل سے کیا دعا نکلے گی ؟ ہمیں یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی ہے - کہ ساحل ایران کے جس حصہ پر برٹش حکومت کا اثر ہے - اس میں نسبتاً آزادی کی رُوح پھیل رہی ہے - اور انصاف کی طرف توجہ ہے - اور اس حصہ کے حکام برٹش انصاف سے متاثر ہو کر ویسی تنگ نظری کو چھوڑ رہے ہیں - اور اب دیگر فرقہائے اسلام اور دیگر مذاہب کی کتب کے داخلہ پر پہلے سی سختی اور تشدد سے کام نہیں لیا جاتا ◆

لاہور کی بجائے امرتسر کو دار السلطنت بنانا

ہز آنر لفٹننٹ گورنر پنجاب نے ۱۰ر اگست کو قصور ضلع لاہور میں جو فوجی بھرتی کے لئے سعی اور کوشش کرنے والوں کو اسناد و انعامات وغیرہ دینے کے لئے دربار منعقد کیا تھا - اس میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے اعداد و شمار کے رُو سے بتایا - کہ ضلع لاہور رنگروٹوں کے بہم پہنچانے میں سب سے پست و درماندہ ہے - حتی کہ امرتسر سے بھی پیچھے رہ گیا ہے - مختلف قوموں میں سے سکھوں نے بمقابلہ مسلمانوں کے دس گنا اور ہندوؤں کے مقابلہ میں سو گنا زیادہ رنگروٹ بہم پہنچائے - گو یہ زیادہ تر مذہبی ولبانہ سکھ ہیں - اور یہاں کے مسلمانوں نے صوبہ کے دیگر حصص میں اپنے بھائیوں کے برابر سرگرمی ظاہر نہیں کی - اگر ضلع لاہور نے اپنے اچھے نام سے اس دھبے کو دور کرنے کی مستعدی سے کوشش نہ کی - تو کوئی آیندہ لفٹننٹ گورنر ممکن ہے کہ سزا کے طور پر دار الصدر کو لاہور سے امرتسر منتقل کرنے کی نسبت راجہ رنجیت سنگھ کی تحریک پر عمل پیرا ہو - کیونکہ امرتسر نے اپنے بادشاہ اور ملک کی خدمت کے لئے نہایت شاندار وفادارانہ سپرٹ کا اظہار کیا ہے ◆

ہز آنر نے جن حالات سے متاثر ہو کر یہ الفاظ بیان فرمائے ہیں - وہ واقعی قابل افسوس اور رنج پیدا کرنے والے ہیں کیونکہ ضلع لاہور صوبہ پنجاب میں ایک خاص حیثیت رکھتا ہے اور اس کا فرض ہے کہ کسی بات میں اپنے اوپر دوسرے اضلاع کی نسبت سستی یا عدم توجہی کا الزام نہ آنے دے - اور اپنے آپ کو بطور مثال کے پیش کرے - لیکن افسوس کہ اس نے فوجی بھرتی میں اسقدر کوشش نہیں کی - جسقدر کہ اُسے کرنا چاہئے تھی - اور دوسرے اضلاع تو الگ رہے اپنے قریب کے ضلع امرتسر کی نسبت بھی پیچھے رہ گیا ہے اسلئے اگر ہز آنر نے بطور سزا کے لاہور کی بجائے امرتسر کو دار السلطنت بنانے کا خیال ظاہر فرمایا ہے - تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے - لیکن یہ سزا ایسی سخت ہے کہ اس سے صرف ضلع لاہور کے باشندوں کو نقصان نہیں پہنچیگا بلکہ گورنمنٹ پر بھی اس کا اثر پڑے گا - کیونکہ دار السلطنت کے ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرنے کے لئے بیشمار اخراجات کی ضرورت لاحق ہوگی - اور موجودہ صورت میں جبکہ جنگ کی وجہ سے ہر ایک محکمہ میں نہایت کفایت شعاری سے کام چلایا جا رہا ہے - یہ اتنا بڑا بوجھ ہوگا جس کا برداشت کرنا آسان نہ ہوگا - تاہم اگر ضلع لاہور کی بدقسمتی سے کوئی وقت ایسا آیا - جبکہ ہز آنر کے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت پیش آگئی - تو پھر گورنمنٹ کے راستے میں اخراجات کا سوال حائل نہ ہو سکیگا - اور وہ اپنے ارادہ کو اسی طرح پورا کر کے دکھا دیگی - جسطرح کلکتہ کی بجائے دہلی کو دار السلطنت بنا کر دکھا دیا ہے - لیکن جہاں تک ہمارا خیال ہے ایسا موقعہ نہیں آئے گا - اور باشندگان ضلع لاہور اپنے اوپر سے اس داغ بدنامی کو بہت جلدی دور کر دینگے - اور جسطرح ان کا ضلع قومی جنگ میں پیش پیش رہا ہے - اسی طرح فوجی بھرتی میں بھی اعلےٰ درجہ حاصل کریگا ◆

حضور ملکہ معظمہ کی اظہار ہمدردی

رنج والم مصیبت اور تکلیف انسانی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے - اور جب کسی پر ایسی گھڑی آتی ہے تو کوئی انسان اسے خوشی و راحت سے بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا - لیکن اظہار ہمدردی سے اسکے اثر کو کم ضرور کر سکتا ہے اسی غرض کے لئے حضور ملکہ معظمہ "میری" نے ان ہندوستانی مستورات کو جن کے خاوند باپ یا بھائی میدان جنگ میں کام آئے ہیں - اپنی تصویر مع ایک مختصر سی ہمدردانہ تحریر کے دینے کا انتظام کیا ہے - یہ تصویریں ہندوستان میں پہنچ گئی ہیں - اور عنقریب تقسیم کی جائینگی - تصویر پر ملکہ معظمہ کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی انگریزی تحریر کا عکس ہے - جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے ◆

"رنج اور ہمدردی کے ساتھ مجھے سمندر پار رہنے والی اپنی وہ بہنیں یاد آتی ہیں - جو ہندوستان میں رہتی ہیں - وہ خوبصورت ملک جہاں میں دو دفعہ جا چکی ہوں - اس سبب سے مجھے بے حد محبت ہے میں انہیں یہ تصویر اسلئے بھیجتی ہوں - تاکہ میں بہادر سپاہی کی عزت کا اظہار کروں - جو صداقت اور آزادی کے لئے لڑتے ہوئے میدان جنگ میں کام آیا" (میری - آر - ای)

جہاں یہ تحریر زخم رسیدہ ہندوستانی مستورات کو ہمیشہ کے لئے جدا ہو جانیوالے عزیزوں کی یاد کو تازہ کر کے آٹھ آٹھ آنسو رلائیگی - وہاں انہیں اس بات پر فخر کرنے کا بھی موقعہ دیگی - کہ ان کے رنج اور مصیبت سے ملکہ معظمہ کو پوری ہمدردی ہے - اور وہ ان کے مرنے والوں کو خاص عزت و توقیر کے قابل سمجھتی ہیں ◆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

طلباء کو نصائح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

طلباء کے ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ کو موسمی تعطیلات کی وجہ سے گھر جانے پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے بتاریخ یکم اگست بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں مندرجہ ذیل نصائح فرمائیں۔ اس دن چونکہ حضور کی طبیعت ناساز تھی اس لیے حسب معمول نماز عصر کے بعد تقریر نہ فرما سکے۔ مغرب کے بعد بھی اگرچہ حضور کو تکلیف تھی لیکن افسران مدرسہ کی گذارش کو شرف قبولیت بخشا اور قریباً ایک گھنٹہ تقریر فرمائی۔ جسے عام فائدہ کے لیے درج ذیل کیا جاتا ہے (اڈیٹر)

حضور نے سورہ فاتحہ تلاوت کرنے کے بعد فرمایا۔ رخصت اور چھٹی ایک ایسا لفظ ہے جو شاید آج ہر طالب علم کی زبان پر چڑھا ہوگا۔ چھٹی کیا معنی کہ چھٹکارا ہو گیا۔ کام کرنے سے چھوٹ گئے۔ رخصت کے بھی یہی معنی ہیں کہ کام چھوڑ کر جانے کی اجازت مل گئی۔ تو رخصت اور چھٹی ایک ہی بات ہے۔ گویہ دونوں لفظ طلباء کی زبان پر بہت جاری ہوتے اور وہ چھٹی لینے کے بہت شائق ہوتے ہیں۔ ذرا کوئی تقریب ہو ہیڈ ماسٹر کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ ایک دوڑا آتا ہے کہ آج تو ضرور چھٹی دی جائے۔ دوسرا آتا ہے کہ آج چھٹی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے کی اس قدر تائید کرتے ہیں کہ بیچارے ہیڈ ماسٹر کو چھٹی دینا ہی پڑتی ہے۔ کیونکہ انسان کی عادت ہے کہ جو بات بار بار اس کے سامنے پیش کی جائے اس کا اس پر اثر ہو جاتا ہے۔ تو چھٹی اور رخصت کا لفظ طلباء کے لیے بہت پسندیدہ لفظ ہے۔ لیکن بہت کم طلباء ہونگے جنہوں نے اس لفظ کی حقیقت پر غور کیا ہوگا۔

چھٹی سے خوشی کیوں ہوتی ہے

چھٹی کے معنی ہیں چھوٹ گئے۔ اور رخصت کے معنے ہیں اجازت مل گئی۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز سے چھوٹ گئے۔ کیا علم پڑھنے سے چھوٹ گئے۔ طلباء مدرسوں میں کیا کرتے ہیں یہی کہ علم پڑھتے ہیں۔ لیکن ان کو چھٹی ملنے کا یہ منشاء تو نہیں ہو سکتا کہ چونکہ وہ علم پڑھنے سے چھوٹ جاتے ہیں اس لیے خوش ہوتے ہیں۔ تو انہیں پڑھنے پر کون مجبور کر سکتا ہے۔ پھر ان کے ماں باپ بھی تو خوش ہوتے ہیں کہ ان کو چھٹی ملی۔ کیا وہ ان کے تعلیم سے چھوٹ جانے کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں اگر یہ بات ہوتی تو وہ انھیں دس بیس روپے ماہوار خرچ کر کے یہاں کیوں بھیجتے۔ اپنے پاس ہی کیوں نہ رکھتے۔ پھر ایسے لڑکے بھی جو بھیک مانگنا پسند کرتے ہیں مگر تعلیم نہیں چھوڑنا چاہتے وہ بھی چھٹی ملنے پر کیوں اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح سست اور تعلیم سے جی چرانے والے لڑکے خوش ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ تو ان سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ سست تو محنت کرنے سے ہمیشہ ہی آزاد رہتے ہیں اور جو محنتی ہیں انھیں یہی موقعہ ملتا ہے تو چھٹی سے اس لیے خوشی نہیں ہوتی کہ علم پڑھنے سے چھوٹ گئے۔ پھر کیوں ہوتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جو چیز کسی دوسری چیز کے مشابہ ہو وہ اس کے اندر اسی قسم کے احساسات پیدا کر دیتی ہے۔ جو دوسری کر سکتی ہے۔

مثال

انسان شیر کی تصویر کو دیکھے تو اس کے ذہن میں بہت سے ایسے خیال آ جائیں گے جو اصل شیر کو دیکھنے سے آ سکتے ہیں۔ یا اپنے محبوب کی تصویر دیکھ کر اسی طرح جذبات ابھرتے ہیں جس طرح اس کی اصل شکل کو دیکھ کر تو چونکہ چھٹی اس زمانہ کو کہتے ہیں جو عمل کے بعد آرام حاصل کرنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ کوئی ایم۔ اے پاس کر کے چھٹی کرتا ہے کوئی بی۔ اے۔ اور کوئی انٹرنس۔ اسی طرح کوئی مولوی فاضل کوئی مولوی عالم اور کوئی مولوی کا جب امتحان دے لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرا کسب علم کا زمانہ گذر گیا ہے۔ اب میرے لیے اس کے سیکھنے کی محنت سے آزاد ہو کر اس سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ ہے۔ اس وقت اسے تحصیل علم کی محنت اور مشقت سے آزادی مل جاتی ہے یہ زمانہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے تمام محنتیں اور مشقتیں برداشت کی جاتی ہیں اسی کے لیے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائی جاتی ہیں۔ اور اسی کے لیے دن رات ایک کر دیا جاتا ہے۔ اس آزادی اور چھٹی کے زمانہ کا نمونہ چونکہ یہ چھٹیاں ہوتی ہیں اس لیے ان سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ تعلیم حاصل کرنے سے آخری چھٹی ہوتی ہے اور یہ چھٹیاں اس کے یاد دلانے کے لیے چھوٹے پیمانہ پر ہوتی ہیں کہ جاؤ سال کے بعد اتنے دن چھٹی مناؤ۔ مگر چونکہ ان کا مقصد اور مدعا اپنی آخری منزل کو نہیں پہنچا ہوتا اس لیے پھر بلا لیے جاتے ہیں۔ پھر اگلے سال آزاد کر دیے جاتے حتیٰ کہ جب آخری حد کو پہنچ جاتے ہیں تو بالکل آزاد کر دیے جاتے ہیں تو چھٹی کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ کام کرنے کے دنوں میں جو تم نے خوب محنت اور کوشش کی ہے اس کے بدلے آرام حاصل کرنے کے لیے تمہیں یہ موقعہ دیا جاتا ہے۔ گو یہ عارضی بات ہوتی ہے مگر اس سے یہ بتایا جاتا ہے کہ دیکھو تمہیں اس چھٹی سے کس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ چند دن کی بات ہے۔ اس سے اندازہ لگا لو کہ جب تمہیں ساری عمر کی چھٹی حاصل ہو جائیگی تو اس وقت کس قدر خوشی اور راحت ہوگی اور وہ کیسی مزیدار ہوگی۔ ایک طالب علم جو سال کے اندر چھٹی کی لذت حاصل کرتا ہے اسے سمجھ لینا چاہیے کہ جب وہ دس بارہ سال یا اس سے کم و بیش عرصہ میں تعلیم ختم کر کے جو چھٹی حاصل کرے گا اس سے کس قدر لذت حاصل ہوگی۔

دائمی چھٹی

پھر یہ چھٹی ایک اور چھٹی کی طرف متوجہ کرتی ہے اور وہ موت کے بعد کی چھٹی ہے۔ اس وقت بھی انسان تمام محنتوں اور مشقتوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور اگر اسے کچھ کرنا بھی پڑتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے لذت اور آرام ہی کا باعث ہوتا ہے اور وہ ایسی رخصت اور چھٹی ہے کہ جس کا خاتمہ نہیں ہے یہ چھٹی تو دو ڈیڑھ ماہ کے بعد ختم ہو جاتی ہے مگر موت کے بعد کی چھٹی ایسی چھٹی ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ عطاءً غیر مجذوذ (ہود ۱۰۹) کہ وہ عطاء ایسی ہے جو کبھی کٹیگی نہیں۔ پس تم غور کرو کہ جب دو ماہ کی تمہیں ایسی خوشی ہوتی ہے تو اس چھٹی سے کس قدر خوشی ہوگی

جسکا خاتمہ ہی نہیں۔ پھر ان رخصتوں میں تو ساتھ کام بھی لگا ہوتا ہے۔ استاد گھر پر کام کرنے کے لئے دیدیتے ہیں۔ مگر اُس میں کام نہیں ہوگا۔ اور جو کچھ کہا جائیگا وہ حقیقی لذت اور سرور حاصل کرانے والا ہوگا۔ نہ کر بوجھ اور مشقت کے طور پر ان چھٹیوں میں طالب علموں کو یہ بھی خوف لگا رہتا ہے کہ ہم پھر واپس جائیں گے۔ اور جب کوئی لڑکا رخصتوں کے ختم ہونے کے بعد بستر باندھکر واپس آنے کے لئے چلتا ہے تو اس کی تمام خوشی کرکری ہو جاتی ہے جو چھٹیوں کی وجہ سے اسے ہوتی تھی۔ یہاں ایک بچہ تھا جو ماں باپ کے پاس جانے کے لئے بہت بیتاب ہو رہا تھا اور اکثر افسردہ سا رہتا تھا ایک دن ہمارے تقی الدین نے مسمریزم سے اسے سلا کر گھر بار کی سیر کرائی جس سے وہ بہت خوش ہوا۔ لیکن جب اسے کہا گیا کہ چلو واپس تمہاری رخصت ختم ہوگئی ہے وہ چیخ مار کر رو پڑا۔ یہ تو ایک آنی نقشہ تھا مگر یہی حال لڑکوں کا ہوتا ہے یہاں سے خوشی خوشی گھر جاتے ہیں لیکن وہاں سے آتے وقت کئی بہانے بناتے ہیں کوئی کہتا ہے ابا آج مجھے نزلہ کی شکایت ہے۔ اچھا ہوئے تو جاؤنگا۔ کوئی ماں کے پاس منہ بسور کر آ جاتا ہے کہ ابا جان کو کہیے ایک دو دن اور رہ لینے دیں۔ پھر کوئی کہتا ہے بقرعید قریب آگئی ہے میرا بڑا دل چاہتا ہے کہ عید گھر کروں اس لئے عید کے بعد جاؤنگا۔ اس قسم کی باتیں تعلیم سے جی چرانے والے اور سست لڑکے ہی نہیں کرتے ہوشیار اور محنتی لڑکے کا بھی ماں باپ اور عزیزوں سے جدا ہونے کی وجہ سے یہی جی چاہتا ہے کہ کچھ دن اور رہ لے تو اس چھٹی کی خوشی کے ساتھ رنج بھی لگا ہوا ہے۔ اور اگر طالب علم اس وقت کے رنج کا خیال کرے جو اسے چھٹیاں ختم کر کے واپس آنے کے وقت ہوتا ہے اور اپنے ذہن میں اس وقت کی اپنی حالت کا نقشہ کھینچے تو اس کی خوشی بہت کم ہو جاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے اس عارضی چھٹی کی خوشی ایسی غالب ہوتی ہے کہ گویا انہیں ہفت اقلیم کی بادشاہت مل جاتی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ لوگ جو پانی کی طرح اپنا خون بہا کر یا بارش کی طرح برستی ہوئی آگ سے گذر کر پہاڑ کی چوٹی پر قابض ہوتے ہیں انہیں بھی لڑکوں جیسی خوشی ہوتی ہو۔ لڑکوں کو ان سے زیادہ ہی ہوتی ہے۔ چھٹی ملنے کی تاریخ سے سات آٹھ دن پہلے ہی ان کی پڑھائی میٹ جاتی ہے استاد حساب لکھا رہا ہوتا ہے۔ مگر ان کا حساب یہی ہوتا ہے کہ ان چھٹیوں کے ساتھ فلاں فلاں چھٹی اور مل جائیگی۔ پھر اتنے دن ہو جائیں گے۔ اتنے دن فلاں جگہ رہینگے۔ اتنے دن فلاں جگہ۔ اسی طرح ان دنوں ان کا جغرافیہ یہ نہیں ہوتا کہ لندن کہاں ہے۔ اور پیرس کہاں بلکہ یہی ہوتا ہے کہ لدھیانہ کب پہنچینگے۔ یا لاہور کیسا یا کوئی اور جگہ جہاں کسی نے چھٹیوں میں جانا ہو۔ اسی طرح ان کو تاریخ میں یہ نظر نہیں آتا کہ بابر کون تھا اور اکبر کون۔ بلکہ یہی کہ پچھلی دفعہ ہم فلاں فلاں دوست سے ملے تھے اب فلاں فلاں سے ملیں گے اسی طرح استاد انگریزی یا عربی پڑھا رہا ہے۔ مگر ان کے کانوں میں بہن بھائیوں کی پیاری پیاری یا ماں باپ کی محبت بھری آواز گونج رہی ہوتی ہے پھر بچوں کا کیا کہنا ہے مدرسوں کا بھی یہ حال ہوتا ہے کہ بہت دن پہلے سے ہی چلنے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ بلکہ بعض تو پہلے ہی چلے جاتے ہیں تو اس چھٹی کی اس قدر خوشی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ خوشی دو ڈیڑھ ماہ بعد ملیا میٹ ہو جانے والی ہوتی ہے۔

عارضی اور دائمی چھٹی میں ایک بڑا فرق

پھر اس چھٹی اور مرنے کے بعد کی چھٹی میں ایک اور بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ جس کا باپ زندہ ہو وہ اس کو۔ اور جس کی ماں زندہ ہو اس کو ملتا ہے۔ پھر جس کی بھائی بہنیں دادی نانی ہے یا اور رشتہ دار جو زندہ ہوں ان کو ملتا ہے۔ لیکن اس کے بیسیوں رشتہ دار ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دو ماہ کیا اگر سال بھر کی بھی چھٹی دیدیجائے تو بھی نہیں مل سکتا۔ کیونکہ وہ اس جہان میں موجود ہی نہیں ہوتے لیکن مرنیکے بعد جو چھٹی ہوتی ہے وہ اول تو ایسی ہے کہ جسے چند ماہ کیا چند ارب سال کی بھی نہیں کہہ سکتے۔ اور اس کی کوئی حد ہی نہیں مقرر کر سکتے۔ دوسرے اس کے ساتھ رنج نہیں اور تیسرے یہ کہ اس میں آدم تک کے باپ دادوں اور رشتہ داروں سے ملاقات ہو جائیگی۔ پھر اس دنیا میں تو جو زندہ رشتہ دار ہوتے ہیں ان میں سے بھی کوئی کہیں اور کوئی کہیں ہوتا ہے اس لئے سب سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ مگر وہاں کوئی رشتہ دار ہو اور خواہ کسی زمانہ کا ہو مل سکیگا۔ لیکن جس طرح یہ چھٹی محنت کے بعد حاصل ہوتی ہے اس طرح وہ بھی محنت اور مشقت چاہتی ہے اور جس طرح اس سے وہی لڑکا لطف اٹھا سکتا ہے جو محنتی ہو نہ کہ سست کیونکہ اسے تو پہلے بھی چھٹی ہوتی ہے اسے ان چھٹیوں سے کوئی لطف نہیں آتا۔ ایک ایسے شخص کے سامنے جس کا پیٹ ناک تک بھرا ہو اچھا کھانا رکھدیا جائے تو اسے ایسی لذت محسوس نہیں ہوگی جیسی کہ ایک بھوکے کو۔ دیکھو روزہ کھولنے کے بعد پانی کا جو مزا آتا ہے وہ آج کل نہیں آتا تو محنت کے بعد آرام کا مزا آیا کرتا ہے۔ اسلئے چھٹی اس لڑکے کے لئے حقیقی خوشی کا باعث ہوتی ہے جو محنتی ہوتا ہے۔ اسی طرح اس دائمی چھٹی کی لذت بھی وہی حاصل کرے گا جو دنیا میں اس کے لئے محنت کریگا

پس یہ چھٹی تمہیں اس چھٹی کی طرف متوجہ کرتی ہے جو تعلیم کے بعد ہوگی اور وہ چھٹی اس آنے والی چھٹی کی طرف اشارہ کرتی ہے جو موت کے بعد ہوگی۔ اس لئے تمہیں اسے بھی مدنظر رکھنا چاہئے اور میں نے بتایا ہے کہ وہ بہت اعلیٰ درجہ کی چھٹی ہے۔

یہ تو چھٹیوں کے متعلق بات تھی اب میں کچھ اور بھی بتانا چاہتا ہوں

طلبا کی مذہبی آزمائش کے دن

وہ دن جو طالبعلم اپنے گھروں میں گذاریں گے وہ ان کے لئے امتحان اور آزمائش کے دن ہونگے۔ یہاں وہ نمازیں پڑھا کرتے تھے انکے متعلق پتہ لگیگا کہ سپرنٹنڈنٹ کے لئے پڑھتے تھے یا خدا کے لئے۔ اگر یہاں سپرنٹنڈنٹ یا ٹیوٹروں کے ڈر سے پڑھا کرتے تھے تو گھر جا کر چھوڑ دیں گے اور اگر خدا کے لئے پڑھتے تھے تو پڑھتے رہیں گے بہت لڑکے ہوتے ہیں جو صرف ٹیوٹروں کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ علیگڈھ کے متعلق ایک دوست نے سنایا کہ وہاں صبح اور عشا کے وقت نماز کی حاضری لیجاتی ہے۔ بہت سے لڑکے اور وقتوں میں تو نماز کے لئے نہ آتے تھے مگر ان دونوں وقتوں میں آکر حاضری لگوا لیتے تھے۔ جب وقار الملک سکرٹری ہوئے تو انہوں نے کہا کہ پانچوں وقت نماز کی حاضری لیجایا کرے اس پر لڑکوں نے بہت شور مچایا۔ کہ یہ ہم پر بہت بڑا ظلم کیا گیا ہے۔ سر سید کے وقت سے اب تک ایسا نہیں ہوا۔ تو اب کیوں کیا جاتا ہے۔ انہوں نے پہلے تو کہا کہ جو لڑکے نماز پڑھتے

پڑھتے ہیں انہیں دو وقت یا پانچ وقت حاضری لینے سے کیا ڈر ہے۔ لیکن جب لڑکوں نے بہت اصرار کیا تو کہا کہ سرسید کو کوئی ایسی حدیث مل گئی ہوگی جس میں دو وقت نماز پڑھنے کا حکم ہوگا۔ مجھے تو پانچ ہی وقت نماز پڑھنے کا پتہ ملتا ہے اس لئے میں تو پانچ وقت ہی حاضری لیا کرونگا۔

تو بہت لڑکے ہوتے ہیں۔ جو منتظمین کی نماز پڑھتے ہیں اور گھر پر جاکر چھوڑ دیتے ہیں۔ جہاں انہیں کوئی کہنے والا بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ آج کل حالت یہ ہے کہ مرد۔ عورتیں بہت کم نماز پڑھتے ہیں۔ لڑکا اگر بغیر نماز پڑھے سو جائے اور والد جگانے بھی لگے۔ تو والدہ کہتی ہے نہ جگانا۔ کچی نیند ہے دونوں نمازیں ملاکر پڑھ لیگا۔ لیکن جو ایک نہیں پڑھتا اس نے دو ملا کر کیا پڑھنی ہیں۔ بعض گھروں میں ماں باپ اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اس لئے لڑکوں کے لئے یہ آزادی کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور اس میں پتہ لگ سکتا ہے کہ کون خدا کے لئے نماز پڑھتا تھا۔ تو گویہ تمہارے لئے چھٹی کے ایام ہونگے مگر دراصل ان میں تمہارا امتحان ہو رہا ہوگا۔

احمدیوں اور غیر احمدیوں کے اختلافی مسائل

تیسری بات یہ ہے کہ کچھ ایسے مسائل ہیں جن کے متعلق احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اختلاف ہے۔ بہت لڑکے ایسے ہوتے ہیں جو واقف نہیں ہوتے گو یہاں کی صحبت کی وجہ سے انہیں دوسروں کے ساتھ گفتگو کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ مگر ناواقفیت کیوجہ سے اچھی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے پہلے خود واقفیت پیدا کرنی چاہئے۔

احمدیوں اور غیر احمدیوں میں پہلا اختلاف یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں خدا تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ختم ہو گئی ہے اس کے خزانوں پر قفل لگ گئے ہیں اب اس کے پاس اپنے بندوں کو دینے کے لئے کچھ نہیں رہا لیکن ہم کہتے ہیں کہ جس طرح پہلے اس کے خزانے کھلے تھے اسی طرح اب بھی کھلے ہیں اور جس طرح پہلے وہ اپنے بندوں کو نعمتیں دیا کرتا تھا اسی طرح اب بھی دیتا ہے۔ ان کے نزدیک ماموروں اور مرسلوں کا آنا بند ہو گیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک نہ کبھی بند ہوا اور نہ ہوگا۔ کیوں اس لئے کہ کسی انعام کے بند ہونے کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ دینے والا ہی نہ رہے۔ یا اس میں دینے کی طاقت نہ رہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی لینے والا ہی نہ ہو یا اس کا استحقاق نہ ہو۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ دینے والا نہ رہے یا اس میں دینے کی طاقت نہ رہی ہو۔ کیونکہ وہ خدا ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہ لینے والا کوئی نہ رہا ہو اسی مسجد میں دیکھو کتنے آدمی بیٹھے ہیں یہ ایک موٹی بات ہے۔ دینے والا موجود اس میں دینے کی طاقت موجود پھر لینے والے موجود ان کا استحقاق موجود پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی کو وہ انعام نہ دیا جائے جو پہلے دیا جاتا تھا۔ پس ہمارے مخالفین کی یہ بات بالبداہت غلط ہے اور اس کے لئے کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ نبوت ایک درجہ انعام ہے۔ اگر پہلے انسانوں کو خدا یہ مرتبہ دیتا تھا تو اب بھی دے سکتا ہے اگر پہلی امتوں کا اسے حاصل کرنے کا استحقاق ہوتا تھا تو اس خیر امم کا بہت ہی زیادہ حق ہے۔ تو غیر احمدیوں اور ہم میں ایک فرق یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ پہلے خدا اپنے بندوں سے کلام کیا کرتا تھا اب نہیں کرتا۔ پھر بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ الہام کا دروازہ تو کھلا ہے مگر نبوت کا انعام بند ہو گیا ہے۔ مگر وہ نادان نہیں جانتے کہ الہام ہی کے اعلیٰ مقام کا نام نبوت ہے۔ جب کسی انسان کو کثرت سے ایسے الہامات ہوں جو امور مہمہ پر مشتمل ہوں تو وہی نبوت ہوتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے عالم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احدًا الا من ارتضی من رسول تو ایسے الہامات جو کثرت سے امور غیبیہ کی خبریں دیں وہی رسالت ہے۔ جب یہ رسالت ہے تو پھر کیوں یہ مقام آج کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا کیا خدا تعالیٰ کو غیب کا علم نہیں رہا۔ یا انسانوں کو اس کی ضرورت نہیں رہی۔ آجکل تو تمام زمانوں سے بڑھ کر اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ دنیا خدا کو چھوڑ کر ظاہر پرست بن گئی ہے۔ خدا کی ہستی سے انکار کیا جا رہا ہے اس کی طاقتوں اور قدرتوں کو قبول نہیں کیا جاتا پس اس زمانہ میں تو علم غیب کی بہت زیادہ ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی ہستی کا پورا پورا یقین ہو اور علم غیب خدا تعالیٰ سوائے نبیوں اور رسولوں کے اور کسی کو دیتا نہیں اس لئے ان کا آنا نہایت ضروری ہے۔

بہت لوگوں کو یہ دھوکہ لگا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو کتاب یعنی شریعت لائے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا انزلنا التورات فیها هدی و نور یحکم بها النبیون کہ ہم نے توریت کو اتارا اس میں ہدایت اور نور تھی۔ اور بہت سے نبی اس سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ نبی جو توریت سے فیصلہ کیا کرتے تھے ان پر کوئی شریعت نازل نہ ہوئی تھی تبھی تو وہ تورات سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ ورنہ وہ اپنی شریعت کے موافق کرتے اصل بات یہی ہے کہ نبی کے لئے کتاب یعنی شریعت لانے کی کوئی شرط نہیں ہے نبوت کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانے کا نام ہے۔ اور اس کی اب بھی ضرورت ہے۔ اور یہ بند نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ تو غیر احمدیوں سے ہمارا ایک یہ اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آ سکتا ہے یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں ایک نہیں آپ کے ماتحت اور آپ کی غلامی میں کئی آ سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کوئی نہیں آ سکتا۔ وہ اپنی جہالت اور نادانی سے سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے تو آپ کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔ مگر کیا واقعہ میں ایسا ہوتا ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ جس کا رتبہ بڑا ہو اس کے ماتحت بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں کیا اس کا درجہ بڑا ہوتا ہے جس کے ماتحت تحصیلدار اور ڈپٹی کمشنر ہوں یا اُس کا جس کے ماتحت صفائی کرنیوالے چوہڑے وغیرہ اس طرح کسی ایسے اُستاد کو لائق نہیں سمجھا جاتا جو یہ کہے کہ میرا کوئی شاگرد ایسا نہیں جو امتحان میں پاس ہو بلکہ سب کے سب ہی فیل ہوتے ہیں۔ تو بڑائی کا معیار یہی ہوتا ہے کہ اس کے ماتحت بڑے بڑے قابل اور بڑے درجے کے لوگ ہوں۔ پس ہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کے آنے کے قائل نہیں ہیں جو آپ کی شریعت یا نبوت کو مٹائے مگر ایسے نبی کے آنے کے قائل ہیں جو آپ کی غلامی میں رہ کر درجہ نبوت حاصل کرے اور آپکے دین کی خدمت کرنے کے لئے بھیجا جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ عزت اور درجہ اسی کا بڑا ہوتا ہے جس کے ماتحت بڑے بڑے ہوں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعهما الا اتباعی کہ اگر عیسیٰ اور موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کرنی پڑتی۔ اگر کسی نبی کا دوسرے نبی کی اتباع کرنا ذلت ہوتی تو کیا نعوذ باللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اپنی ذلت کے لئے کہہ رہے تھے نہیں بلکہ اپنی بڑائی اور درجہ بتلانے کے لئے کہا تھا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے۔ اس بات نے اس کا فیصلہ کر دیا کہ نبی کے ماتحت نبیوں کا ہونا اس کی عزت ہوتی ہے نہ کہ ذلت پس حضرت مسیح موعود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت نبی ہو کر آنا آپ کے دین کی خدمت کے لئے مبعوث ہونا آپ کی عزت ہے نہ کہ ذلت۔

تو پہلا اختلاف ہم میں اور غیر احمدیوں میں یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں خدا میں جو طاقتیں اور قدرتیں پہلے تھیں وہ اب بھی ہیں مگر وہ کہتے ہیں اب نہیں ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں آسکتے۔ ہم کہتے ہیں آسکتے ہیں۔ ہاں ایسے نہیں آسکتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مٹائیں یا اس میں کچھ تغیر و تبدل کریں۔ یا آپ کی غلامی کا دعویٰ نہ کریں۔ یاد رہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کا آنا جو شریعت لائے اس لئے نہیں تسلیم کرتے کہ اس طرح قرآن ناقص قرار دینا پڑتا ہے نہ اس لئے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ کیونکہ اس طرح کسی نبی کی ہتک نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت موسوی کو منسوخ کیا تو کیا آپ نے حضرت موسیٰ کی ہتک کی ہرگز نہیں۔ ہاں تورات کو ناقابل عمل قرار دے دیا تو یہ ایک بڑا اختلاف ہے۔ ورنہ حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور ان کا خدا اور ہے ہمارا خدا اور ہمارا حج اور ہے ان کا حج اور اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔

وفات مسیح

ایک اور بہت بڑا اختلاف حضرت مسیح کی وفات کے متعلق ہے اس کے متعلق بھی کچھ بتا دیتا ہوں یا عیسیٰ انی متوفیک۔ میں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم تجھے وفات دینگے اور سورہ مائدہ میں ان کی اپنی زبان سے وفات پانے کا اقرار کرایا ہے بعض لوگ غلطی سے توفی کے معنی موت کے کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں اس کے معنی قبض روح کے ہیں جہاں بھی قرآن کریم میں یہ لفظ آئے خدا اس کا فاعل اور ذی روح مفعول ہو تو اس کے معنی قبض روح ہی کے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے عیسیٰ سے پوچھا ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو۔ اللہ کے سوا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے آگے سے اس نے جواب دیا ما قلت لھم الا ما امرتنی بہٖ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم کہ میں نے نہیں ان کو کہا مگر وہی جس کا مجھے حکم دیا گیا تھا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی اور میں ان پر نگراں تھا جب تک ان میں رہا۔ پس جب تو نے میری روح قبض کر لی تو پھر تو ہی ان پر نگراں تھا۔

اس جواب میں حضرت عیسیٰ نے خدا تعالیٰ کے حضور یہ کہا ہے کہ جب تک میں ان میں رہا انھوں نے مجھے اور میری ماں کو معبود نہیں بنایا۔ لیکن جب تو نے میری روح قبض کر لی تو پھر تو ہی نگراں تھا۔

یہ آیت وفات مسیح کے متعلق بطور اصل کے ہے جب کسی سے گفتگو ہو تو اس کو پیش کرنا اور اس سے ادھر ادھر نہ جانے دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ نہایت صاف اور واضح ہے۔ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کے حضور اقرار کرتے ہیں کہ جب تک میں ان میں رہا ان کی نگرانی کرتا رہا اس وقت وہ نہیں بگڑے تھے لیکن جب تو نے میری روح قبض کر لی اور میں ان میں نہ رہا تو تو ہی ان کا نگراں تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روح قبض کرنے سے مراد موت ہی ہے۔

غیر احمدی صاحبان کہتے ہیں کہ یہ جواب حضرت عیسیٰ قیامت کو دیں گے۔ ہم کہتے ہیں خواہ قیامت کو یا اس سے بھی کروڑوں سال بعد میں دیں ہم جو اس سے نتیجہ نکالتے ہیں وہ کسی صورت میں غلط نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم اس سے صرف یہ نکالتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کہتے ہیں کہ جب تک میں ان میں تھا۔ اور میری روح نہیں نکلی تھی اس وقت میری امت نہیں بگڑی تھی۔ مگر جب میری روح قبض کر لی گئی تو اس کے بعد کا مجھے علم نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی بگڑے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں بگڑے تو اسلام جھوٹا ہوتا ہے۔ اور اس کے آنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی لیکن قرآن کریم سے ثابت ہے کہ عیسائی بگڑ چکے ہیں اور جب عیسائی بگڑ چکے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ وفات بھی پا چکے ہیں۔

یہ آیت وفات مسیح کو ایسی صفائی کے ساتھ ثابت کرتی ہے کہ کسی اور طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس لئے اس کو اچھی طرح پیش کرنا چاہئے۔ اور بتانا چاہئے کہ دیکھو قرآن کریم میں کسی اور جگہ یہ تو لکھا نہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں۔ اور اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وفات پا چکے ہیں۔ پھر تم کیوں اس کو نہیں مانتے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اور آیات کو لو اور دیکھو ان سے کیا نکلتا ہے انھیں کہنا چاہئے کیا یہ قرآن کی آیت نہیں۔ اگر ہے تو جب اس سے یقینی طور پر وفات مسیح ثابت ہو جاتی ہے تو اور کوئی آیت اس کے خلاف کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف ہو سکتی ہے تو پھر یہ کہو کہ یہ قرآن کی آیت ہی نہیں کسی نے ملا دی ہے۔ مگر جب ایسا نہیں ہے تو اس کو چھوڑ کر اوروں کی طرف جانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے۔ تو اسی کو پیش کرنا چاہئے۔ دوسری آیات میں غیر احمدی کئی قسم کے دھوکے دے سکتے ہیں اور جھگڑا ڈال سکتے ہیں۔ مگر اس میں ان کے لئے کوئی راہ نکلنے کی نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود پر اعتراض

ایک اور بات یہ ہے کہ بہت سے نادان لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے متعلق کچھ ایسی کچی باتیں پیش کرتے ہیں جو بچے بھی نہیں کرتے کہتے ہیں مرزا صاحب نے لکھا ہے خدا نے قلم کا چھینٹا دیا اور وہ چھینٹے ان کے کپڑوں پر آ پڑے۔ کیا خدا بھی قلم پکڑا کرتا ہے۔ حالانکہ وہ نادان نہیں جانتے کہ یہ رویا ہے اور رویا میں اس قسم کے نظارے دکھائے جاتے ہیں۔ کوئی کہے میں رویا میں اڑ رہا تھا تو کیا اسے کہا جا سکتا ہے کہ تم جھوٹ کہتے ہو کبھی انسان بھی اڑا کرتے ہیں۔ کوئی سمجھدار تو یہ نہیں کہہ سکتا۔ پھر نہ معلوم غیر احمدی اس قسم کے اعتراضات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیوں کرتے ہیں۔ پھر انھوں نے تو اس قسم کے قصے بنا رکھے ہیں کہ موسیٰ نے دیکھا کہ خدا کاغذ چننے کے لئے زمین

پر آگیا۔ پھر کہتے ہیں حضرت موسیٰ نے خدا تعالیٰ سے پوچھا کہ آپ کیا کھایا کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ نے کہا دودھ چاول کھاتا ہوں۔ تو خود تو اس قسم کے خیال رکھتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود کے رویاء پر اعتراض کرتے ہیں اس وقت میں اصل کے طور پر بتاتا ہوں زیادہ وقت نہیں ہے۔ اسی کو یاد رکھنا۔

خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین کہ اگر یہ ہم پر جھوٹ بولتا تو ہم اسے پکڑ لیتے اور اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جھوٹا نبی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور سچا نہیں ہوتا نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ سال زندہ رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ کوئی جھوٹا نبی زیادہ سے زیادہ اس عرصہ تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن حضرت مسیح موعود کو دعوے کے بعد ۲۰ سال کی زندگی ملی ہے۔ اب یا تو حضرت مسیح موعود کو سچا اور راستباز ماننا پڑے گا یا نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جھوٹا قرار دینا ہوگا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے تو مسلمان قائل ہیں۔ اس لئے انھیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود بھی سچے ہیں۔ کیونکہ اس لئے کہ جو دلیل ان کی صداقت کی خدا تعالیٰ نے دی ہے وہی حضرت مسیح موعود کی صداقت میں پیش کیجاتی ہے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ نشان صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح تو یہ صداقت کی علامت ہی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک شخص کہے میں بی۔ اے ہوں۔ اور ثبوت یہ پیش کرے کہ میں لال قمیص پہنے ہوئے ہوں۔ لیکن ایک اور شخص جو میرا امری پاس ہو اس نے بھی لال قمیص پہنی ہو اور وہ کہے کہ میں نے بھی اسی قسم کی قمیص پہنی ہوئی ہے اور میں بی۔ اے نہیں ہوں۔ تو وہ کہے کہ یہ علامت صرف میرے لئے ہی ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ کیا اس کی بات کوئی مان لیگا۔ اس طرح تو سچے اور جھوٹے میں کوئی امتیاز ہی نہیں رہتا۔ لیکن جب یہ وہیں واقعہ میں پائی گئی ہے کہ سچے نبی کی خدا نے حفاظت کی اور کامیابی دی۔ اور جھوٹوں کو ہلاک اور ناکام کیا تو پھر یہ آیت حضرت مسیح موعود کی بھی کھلے طور پر صداقت ثابت کر رہی ہے مخالفین نے اس بات کے لئے بڑا زور مارا ہے کہ کوئی ایسی مثال پیش کریں کہ کوئی جھوٹا دعویٰ کرنے والا اس قدر عرصہ زندہ رہا ہو لیکن نہیں کر سکے۔ بعض کہا کرتے ہیں کہ بہاء اللہ زندہ رہا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا نہ کہ نبوت کا اور ہلاک نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ خدائی کا کرنے والا۔ کوئی کہے کہ خدائی کا دعویٰ تو نبوت کے دعوے سے بھی بہت بڑا ہے اس لئے اس کے مدعی کو تو ضرور ہلاک ہونا چاہیئے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ خدائی کا دعویٰ چونکہ ایک ایسا دعوے ہے کہ ہر ایک شخص اس کو جھوٹا سمجھتا ہے اور کوئی عقلمند اس سے دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ اس لئے اس کے مدعی کو ہلاک کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر ایک سچا نبی بھی چونکہ انسان ہی ہوتا ہے اس لئے جھوٹے نبی سے لوگوں کو دھوکہ لگ سکتا ہے اسی لئے اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک شخص نے آکر اسے گردن سے پکڑ لیا اور یہ کہکر کہ تو ہی خدا ہے جس نے میرے ماں باپ کو مارا تھا۔ مارنا شروع کر دیا۔ اور اسی طرح اپنے مرے ہوئے رشتہ داروں کے نام لے لیکر مارتا رہا۔ آخر اس نے کہدیا کہ میں خدائی کے دعوے سے توبہ کرتا ہوں۔

تو خدائی کا دعویٰ فوراً باطل ہو جاتا ہے اور اس سے لوگوں کے دھوکہ کھانے کا اتنا خطرہ نہیں ہوتا جتنا نبوت کا دعویٰ کرنے والے سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس کے لئے یہ سزا رکھی گئی ہے کہ اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

غیر احمدی اور کئی مثالیں پیش کرتے ہیں لیکن سب غلط اور جھوٹی۔ ان کو کہنا چاہیئے کہ اگر کوئی مثال سچی ہے تو پھر قرآن جھوٹا ہو جائیگا۔ کیونکہ اس آیت کے معنے سوائے اس کے اور تو کوئی ہو ہی نہیں سکتے کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ہلاک نہوا تو یہ غلط ہوگئی یہ آیت ہم نے اپنی طرف سے نہیں بنائی قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں پیش کی ہو اس لئے یہ کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ پس جو کوئی اس قسم کی مثال پیش کرے اس کو شیخ چلی والی کہانی سناؤ کہ وہ جس شاخ پر بیٹھا تھا اسے ہی کاٹ رہا تھا۔ کسی نے کہا ایسا نہ کرو گر جاؤ گے اس نے کہا جا بڑا پیغمبر آیا میں نہیں گر سکتا۔ لیکن جب گرا تو اس شخص کے پاس دوڑا دوڑا آیا۔ اور کہا تو تو سچا پیغمبر ہے اب بتا میں کب مرونگا۔

اس کہانی پر بہت لوگ ہنستے ہونگے مگر وہ خود اسی قسم کا فعل کرتے ہیں جس قرآن کو سچا اور خدا کا کلام مانتے ہیں اسی کے غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں

یہ چند موٹی باتیں ہیں۔ باقی بہت وسیع ہیں اور ان کے لئے بہت وقت کی ضرورت ہے۔ انھیں خوب یاد رکھو۔ بحث و مباحثہ میں تمھارے کام آئینگی۔

اہلحدیث کے نامہ نگار کی غلط بیانی

احمدیت کے دشمن ہر وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ ہمارے صحیح وسالم کوٹ میں خواہ مخواہ سوراخ بنائیں اس غرض کے لئے وہ ہمیشہ غلط بیانی اور کذب کا کندہ ہتھیار استعمال کرتے رہتے ہیں۔ میں حج کے ارادہ سے پچھلے دنوں گیا اور بیس دن پٹن شمالی گجرات میں رہا۔ اس جگہ تبلیغ جو ہر احمدی کا فرض ہے میں بھی کرتا رہا۔ یہاں پر ایک ملا صاحب سے ایک دن وفات مسیح پر سکالمہ ہوا۔ اور جو نتیجہ احمدی اور غیر احمدی کے مکالمہ کا وفات مسیح پر ہونا چاہیئے وہی ہوا۔ ان صاحب نے چاہا کہ مسجد میں فسادیوں کا ایک مجمع جمع کر کے احمدی مسافر کی اپنے نقطہ خیال سے مہمان نوازی کریں مجھے علم ہوگیا۔ اور اتفاق سے میں بیمار بھی ہوگیا اس لئے اس کے حسب منشاء میں نہ خود فساد کا موجب بن سکا اور نہ خدا نے چاہا کہ دشمن اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو اب اس واقعہ پر اہلحدیث کے عقلمند نامہ نگار نے ذیل کی غلط بیانیاں کیں۔

عبدالرحمٰن احمدی مبلغ پٹن میں ایکماہ رہا نامہ نگار اہلحدیث سے مباحثہ کی طاقت نہ پاکر اس نے جلا بدلے لیا

اوہ! میں عبدالرحیم سے عبدالرحمٰن بنا۔ بیس دن تیس بن گئے

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

(از جناب ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رام پوری)

وائے عبرت اب بھی ہے انکار اے ہندوستاں
جبکہ ہے پیشِ نظرِ عالم کے وہ قہری نشاں
جسکی بابت اک نبی اللہ نے دی تھی خبر
مجھ کو پہلے سے بتایا تھا گوا و راز داں
ایشیا۔ افریقہ و یورپ میں جا کر دیکھ لے
خود اونہیں کے منہ سے سن لے انکے غم کی داستاں
ریزہ ریزہ ہو گئے یورپ کے خوش منظر پہاڑ
خون سے سرخ ہو گئے کہسار کے آبِ رواں
ہو گئے صحرائے وحشت خیز اکثر لالہ زار
جنمیں کی تھیں علم و صنعت نے عجب گلکاریاں
قصر عالی شاں ہوئے ہیں تودۂ خاکِ سیاہ
بن رہے ہیں فرش خاکستر فلک رفعت مکاں
نسل انسانی نے کب دیکھا تھا یہ منظر کہیں
آتش افشاں ہو زمیں اور آتش افشاں آسماں
فرش گل پر بھی تکلف سے جنہیں آتی تھی نیند
فرش خارستان پہ ہیں اب انکی خوابِ گراں
جن کی بزموں پر چھڑی جاتی تھیں لاکھوں نعمتیں
آج اونہیں کن مشکلوں سے مل رہا ہے قوت جاں
وہ عروج بے نظیر و یہ تنزل بے مثال
دونوں لمبے یاد ہیں عیسیٰ ابن مریم کے نشاں
بعثت اول کی بعثت سے ملا تھا مائدہ
بعثت ثانی سے استغنا بنا ہے جانستاں
کانگڑہ کے زلزلے کیا بھولنے کی بات ہے
سن پروفیسر امیری سے وہاں کی داستاں
نوحۂ غم سن فرانسسکو کا جاری تھا ابھی
ویلپریزو کی تباہی تھی بلائے ناگہاں
ان زلازل کے علاوہ شدت سیلاب سے
لاکھوں ہی غارت کئے لاکھوں کئے بے خانماں
کس طرح رسوا ہوا جھوٹا نبی یعنی پگٹ
جان الیگزنڈر ڈوئی کی موت تھا کیسا نشاں
کم نہیں امریکہ و یورپ کی عبرت کے لئے
عیسیٰ ثانی کی ایسی صاف پیشین گوئیاں
لئے اس دنیا نے پھر بھی انکی کچھ پرواہ نہ کی
پھر وہی عیش و طرب ہے پھر وہی بدکاریاں
غیرت حق کا تقاضا تھا بدی کی جڑ کٹے
ہو نہ عالم میں کہیں باطل پرستی کا نشاں
پھر نبی اللہ احمدؑ نے سنائی یہ خبر
اے جزائر ایشیا۔ یورپ بچو گے اب کہاں
یاد رکھنا تم نے جو بویا ہے کاٹو گے وہی
تم کو معبودان باطل دے نہیں سکتے اماں
جاگ جاؤ ورنہ فرد جرم تم پر لگ چکی
تم کو پھر مہلت نہ دیگے یہ زمین و آسماں
آخرش دنیا نے دیکھا ہیبت حق کا ظہور
ہو گئے برباد سسلی اور مسینا ناگہاں
آن واحد میں ہوئے دو لاکھ انسان زیر خاک
یہ تباہی! یہ ہلاکت!! الاماں!!! الاماں
کیسی حیرتناک بنگالہ کی دیوئی ہوئی
ہند میں وارد ہوا جب قیصر ہندوستاں
کتنے برسوں پیشتر اس نے بتایا تھا ہمیں
کشتیاں ایسی چلینگی جو لڑینگی کشتیاں
پھر وہ ترکوں کی شکست و فتح پھر فتح و شکست
ایسی خبریں ہیں صداقت جنکی سب پر ہے عیاں
ابر زروں کی لڑائی ڈھا رہی ہے کیا ستم
کیا نہ تھی یہ جنگ پہلے خارج از وہم و گماں
صدقے اس منہ کے لئے جس منہ سے یہ اخبار غیب
جس نے برسوں پیشتر کھولے یہ اسرار نہاں
کھینچ دی تھی جس نے پہلے ہی سے یہ تصویر حال
لکھ دیا تھا سب یہی جو ہو رہا ہے اب یہاں
جرمن و ترک و آسٹرین۔ روس و انگلینڈ و فرانس
بلجیم۔ بلگیریا۔ اٹلی کے سب پیر و جواں
سرویہ۔ رومانیہ۔ یونان و مانٹی نیگرو
الغرض یورپ کے سب ہیں محو جنگ جانستاں
کیا حکومت کیا رعایا کیا سیاہ اور کیا سفید
مشغلہ دنیا کا ہے تیغ و تبر تیر و سناں
اب وہ گلگشت چمن وہ بانکپن سب چھٹ گئے
جانشین خوش لباسی اب ہیں خاکی وردیاں
اب بتاؤ ہے کہاں وہ زار زارینہ کا دور
ہو گئی سب نذر جمہوریت اونکی جاہ و شاں
تخت اوروں سے بھی دنیا میں چھنے ہیں بیشتر
یہ تباہی یہ مصیبت یہ بلا آئی کہاں
وہ سر شاہی کہ جسکے سامنے شاہوں کے سر
چومتے رہتے تھے جھک جھک کر زمین و آسماں
آج خود جھکنے لگا وہ ہر سپاہی کے لئے
اس کو کہتے ہیں عذاب و انتقام آسماں
خود کہیں بی بی کہیں نوکر کہیں بچے کہیں
بیکسی و مفلسی بیماری و قید گراں
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار
لکھ گئے تھے پہلے ہی سے احمدؑ آخر زماں
مجھ کو تو امید ہے گوہر خدا کے فضل سے
اس صداقت کی بنیگی قوم انگلش قدرداں

فاروق دیر سے شایع ہوگا

چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے حکم سے جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق کو متواتر تبلیغی دوروں پر جانا پڑا ہے۔ چنانچہ وہ پہلے زیرہ گئے۔ وہاں سے تشریف لاتے ہی ان کو ظفروال بھیجا گیا۔ اور ظفروال سے واپس آنے کے دوسرے ہی دن کنجاہ جانے کا حکم ہوا۔ لہذا خریداران فاروق کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ فاروق کی اشاعت میں جو تعویق ہوتی ہے۔ اسے ایڈیٹر صاحب کی مجبوری پر محمول فرمادیں ۔

ترقی اسلام کی رپورٹ میں اصلاح

سید محمد نذیر حسین صاحب گٹھالیاں سے لکھتے ہیں کہ ترقی اسلام کی رپورٹ جو ۲۴ اگست کے اخبار میں درج ہوئی ہے۔ اس میں یہ امور قابل اصلاح ہیں کہ گٹھالیاں کے عیسائیوں نے جو جھوٹا مقدمہ کیا تھا۔ وہ خدا کے فضل سے مدت ہوئی خارج ہو گیا ... اور عیسائی ناکام رہے ہیں۔ ہمارے مدرسہ میں رونق بڑھ رہی ہے۔ اور ستر کے قریب طالبعلم درج رجسٹر ہو چکے ہیں۔ اور یہ جو لکھا گیا ہے کہ ہمنے ایک سو پچاس روپیہ ادا کر دئے ہیں اسکے متعلق عرض ہے کہ ہمنے فی الحال اسی دئے ہیں۔ اور باقی ابھی دینے ہیں ۔

فہرست چندہ دہندگان تبلیغ ولایت

(از اکتوبر ۱۹۱۶ء و نہایت یکم اگست ۱۹۱۷ء)

گذشتہ سے پیوستہ

مندرجہ ذیل رقوم کی فہرست دفتر ترقی اسلام کیطرف سے ہمارے پاس برائے اشاعت پہنچی ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہو تو وہ براہ راست محاسب صاحب دفتر ترقی اسلام سے خط و کتابت کریں (ایڈیٹر)

نمبر شمار	نام چندہ دہندگان	رقم
۳۶	سید عابد حسین صاحب تحصیلدار پوئی ریاست پٹنہ	۵ؔ
۳۷	بابو غلام محمد صاحب نورمین لاہور	۲ؔعہ
۳۸	ملک مولا بخش صاحب گورداسپور	عہ
۳۹	مولوی اختر علی صاحب چھپرا	ماعہ
۴۰	سردار حسین شاہ صاحب نالاگنڈہ	۲ؔعہ
۴۱	ایم - ایس محمد غنی صاحب از تھارباڈی برما	عہ
۴۲	شیخ الٰہی بخش رحیم بخش صاحبان تاجر کتب گجرات	عہ
۴۳	مولوی غلام اکبر خانصاحب وکیل حیدر آباد دکن	ما
۴۴	قاضی محمد عالم صاحب کوٹ قاضی گوجرانوالہ	عہ
۴۵	محمد اشرف خانصاحب کانی شاپ فیروزپور	عہ
۴۶	سردار امام بخش خانصاحب قیصرانی ڈیرہ غازیخان	للعہ
۴۷	حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور	عہ
۴۸	مولوی علی احمد صاحب اوریٹنل ٹیچر راولپنڈی	عہ
۴۹	سید محمد اشرف صاحب راولپنڈی	عہ
۵۰	محمد عبد اللہ صاحب ریڈر سیالکوٹ	عہ
۵۱	حافظ نور احمد صاحب اکولہ برار رنجاپیٹ	عہ
۵۲	مولوی خیر الدین صاحب امراوتی	عہ
۵۳	مرزا نور محمد صاحب	عہ
۵۴	سید میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹ	عہ
۵۵	متفرق از سیالکوٹ	سہ
۵۶	میاں شیاز محمد صاحب سب انسپکٹر حیدر آباد دکن	عہ
۵۷	مستری نظام الدین صاحب سیالکوٹ	عہ
۵۸	مولوی انوار حسین خانصاحب شاہ آباد	عہ
۵۹	میاں محمد صاحب اورسیر لاہور	عہ
۶۰	بابو عبد الحکیم صاحب جمرود	عہ
۶۱	سید حسین صاحب گلبرگہ معرفت سید بشارت احمد صاحب	ما
۶۲	محمد زمان خانصاحب سیکنڈ ماسٹر جموں	عہ
۶۳	بابو عبد الحمید صاحب حیدر آباد	عہ
۶۴	ڈاکٹر عباد اللہ صاحب امرتسر	ما
۶۵	" غلام دستگیر صاحب برہما	عہ
۶۶	منشی شبیر حسین صاحب راجپورہ	عہ
۶۷	میاں محمد سلطان صاحب لودھراں	عہ
۶۸	میاں غلام حسین صاحب جھنگ	عہ
۶۹	خلیفہ نور الدین صاحب جموں	للعہ
۷۰	خواتین خاندان حکیم محمد حسین صاحب علیگڑھ	للعہ
۷۱	منشی محمد حسین صاحب کمپوزیٹر امرتسر	عہ
۷۲	مسماۃ النور بی بی بنت ہاشم علی صاحب بھٹنڈا	عہ
۷۳	جنت بی بی " منشی علی حسین صاحب سنور	۸
۷۴	رقیہ بی بی زوجہ میاں ابراہیم صاحب سرہند	۹
۷۵	سید عابد علی شاہ صاحب گوجرہ	عہ
۷۶	میاں اللہ دین صاحب سنگاپور	ما
۷۷	جماعت احمدیہ گجرات معرفت مولوی رحیم بخش صاحب	عہ
۷۸	مولوی ابو الہاشم صاحب پاری سال	عہ
۷۹	ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب سائنس ماسٹر کالج لاہور	عہ
۸۰	بابو محمد رفیق صاحب انسپکٹر پولیس تحصیل سندھ	عہ
۸۱	بابو فضل کریم صاحب باہری باندا	عہ
۸۲	" " حیدر آباد دکن	عہ
۸۳	بابو ابو سعید صاحب خضرو	عہ
۸۴	بابو سراج الدین صاحب ایلچ پور	للعہ
۸۵	منشی محمد تقی صاحب سنور	عہ
۸۶	منشی ہاشم علی صاحب سنگت کلاں	عہ
۸۷	ذو الفقار علی خانصاحب رامپوری	عہ
۸۸	جماعت منگیر	۲
۸۹	قیمت زیور عطیہ اہلیہ علی حسین سلوڑی	عہ
۹۰	جماعت بٹالہ معرفت بابو محمد طفیل صاحب	عہ
۹۱	جماعت سنور	عہ
۹۲	جماعت فیروزپور	عہ
۹۳	جماعت چندوسی	
۹۴	منشی روڑا صاحب پنشنر	عہ
۹۵	جماعت رہتاس معرفت منشی بقا محمد صاحب	عہ
۹۶	جماعت دکن	عہ
۹۷	غلام احمد دوکاندار بندہ پور کشمیر	عہ
۹۸	جماعت سعد اللہ پور معرفت منشی غلام علی صاحب	عہ
۹۹	منشی محمد دین صاحب مدرس تہال	عہ
۱۰۰	مولوی عبد الرحمٰن صاحب	عہ
۱۰۱	سید احمد نور صاحب سوداگر	عہ
۱۰۲	بابو محمد عبد اللہ صاحب سکھر	عہ
۱۰۳	خواتین معرفت اہلیہ منشی فرزند علی صاحب	عہ
۱۰۴	منشی ہاشم علی صاحب سنگھا کلاں پٹیالہ	عہ
۱۰۵	منشی محمد عبد اللہ صاحب مترجم سیالکوٹ	عہ
۱۰۶	منشی محمد طیب اللہ صاحب بہاولپور	عہ
۱۰۷	جماعت ہوشیارپور معرفت ماسٹر غلام رسول صاحب	عہ
۱۰۸	خواتین بنگہ معرفت رحمت اللہ صاحب	عہ
۱۰۹	بابو غازی الدین صاحب احمد نگر	عہ
۱۱۰	جماعت پٹیالہ	عہ
۱۱۱	ڈاکٹر حبیب اللہ شاہ صاحب	عہ
۱۱۲	اہلیہ ڈاکٹر غلام غوث صاحب	عہ
۱۱۳	منشی محمد عبد اللہ صاحب	عہ
۱۱۴	میاں نور محمد صاحب	عہ
۱۱۵	سیٹھ محمد غوث صاحب حیدر آباد دکن	عہ
۱۱۶	بابو غلام رسول صاحب سرگودہ	عہ
۱۱۷	میاں فضل الٰہی صاحب پنجابی پونا	عہ
۱۱۸	محمد رمضان محمد سلطان لودھراں	عہ
۱۱۹	مولوی کریم داد صاحب دوالمیال	عہ
۱۲۰	بابو اکبر علی صاحب سب انجینئر ریاست بڑودہ	عہ
۱۲۱	منشی بقا محمد صاحب مدرس اکرہ مورہ	عہ
۱۲۲	جماعت کانپور بابو سراج الدین صاحب	عہ
۱۲۳	ڈاکٹر محمد اشفاق صاحب حصار	عہ
۱۲۴	تحسین الممتاز دہلی	عہ
۱۲۵	غلام دین صاحب جھنڈیالہ	عہ
۱۲۶	بابو محمد شفیع صاحب کلارک ماری انڈینیا	عہ
۱۲۷	سید بشارت احمد صاحب دکن	عہ

(باقی دارد)

ہنگامۂ یورپ

امریکن سپاہ لندن میں۔ لندن کی تار برقی مظہر ہے کہ ۱۵ - اگست کو لوگوں کے بھاری اور پر جوش ہجوم نے امریکن انجینیر سپاہیوں کو ویسٹ اینڈ میں گذرتے ہوئے دیکھا۔ ہر جگہ یونین جیک کے جھنڈے اور دیگر نشانات آویزاں تھے۔ حضور ملک معظم اور ملکہ معظمہ نے بکنگھم محل میں اور مسٹر پیج نے امریکن سفارت میں سلامی لی۔

سپین میں بد امنی۔ لنڈن کی خبر ہے کہ سپین سے بہت کم خبریں موصول ہوتی ہیں لیکن آثار سے ظاہر ہے کہ حالت نازک ہے۔ سخت تدابیر اختیار کئے جانے پر بارسلونا اور سارا گوسا میں امن بحال ہو گیا ہے۔ بیشمار گرفتاریاں عمل میں لائی گئی ہیں۔

برطانوی فتح۔ مسٹر لائڈ جارج (وزیر اعظم انگلستان) نے اعلان کیا ہے کہ سر ڈگلس ہیگ نے ہیگ مارک پر قبضہ کر لیا ہے اور ۱۲۰۰ قیدی اور ۱۵ توپیں بھی گرفتار کی ہیں۔

ٹرکی کی علیحدہ صلح پر آمادگی۔ ایمسٹرڈم کی خبر مظہر ہے کہ اخبار ہینڈلز بلاڈ کو معلوم ہوا ہے کہ علیحدہ صلح کے مقصد سے ٹرکی اور اتحادی قائم مقاموں میں لاڈسین میں کچھ عرصہ تک بحث بھی ہوئی۔

محاذ بلجیم و فرانس۔ رائٹر کا نامہ نگار مقیم فرانسیسی صدر مقام بذریعہ تار اطلاع دیتا ہے کہ اگرچہ انگریزی و فرانسیسی محاذ پر زبردست حملے اور جوابی حملے جاری ہیں۔ لیکن پھر بھی دریائے آئن کے شمال میں دشمن کی زبردست کوششوں میں ہنوز کمزوری نہیں ہوئی ہے۔

بلجیم میں اتحادیوں کی ترقی۔ فرانسیسی کمیونیک مظہر ہے کہ ہم نے بلجیم میں ڈکسمیوڈ سڑک کے مغرب میں خاصی ترقی کی۔ دریائے میوز کے دونوں کناروں پر رات کو بہت سی گولہ باری کے مقابلے ہوئے۔

جرمنوں کی کامیابی۔ ایک روسی لاسلکی کمیونیک مظہر ہے کہ اد کنا کے مغرب میں دشمنوں نے ایک بلندی پر قبضہ کر لیا۔ وادی کاسینو میں رومانیوں نے دشمن کا ایک حملہ مسترد کیا۔

عراق کے طبی نقائص دکھلانیوالے کی ترقی۔ دار العوام میں مسٹر مانٹیگو وزیر ہند نے اعلان کیا کہ میجر کارٹر کو جنہوں نے عراق عرب کے طبی نقائص کو پردہ خفا سے نکالا تھا لفٹنٹ کرنیل کے عہدہ پر ترقی دی گئی ہے۔

آبدوزی جنگ سے اتلاف جان۔ مسٹر ربٹ نے کمانیر بیر کو جواب دیتے ہوئے بیان کیا کہ تجارتی جہازوں کے خلاف جرمنی کی آبدوزی کارروائی کی ابتداء جنگ سے ۳۰ - جون تک ۴۷۲۳ مسافر اور ۵۹۲۰ ملاح ہلاک ہوئے۔

یونان اور جرمنی میں جنگ۔ حضور وائسرائے کا خاص تار مظہر ہے کہ یونان اور جرمنی و آسٹریا کے درمیان باقاعدہ صورت جنگ پیدا ہو گئی ہے۔

چین نے اعلان جنگ کر دیا۔ رائٹر کے ایک تار میں مرقوم ہے کہ چین نے جرمنی اور آسٹریا کو باقاعدہ اعلان جنگ دیدیا ہے۔ ہانگ کانگ کا ایک تار مظہر ہے کہ جرمن بینک کی عمارات منہدم کر دی گئی ہیں۔ مسٹر پالی چارٹر نے انھیں ۵۰۰۰ ۳۳ ڈالر (ایک ڈالر برابر ہے ۲ کے) کو خرید کیا ہے۔

جنگ کا سب سے بڑا معرکہ۔ لنڈن کی اطلاع مظہر ہے کہ اس وقت انگریزی فوجوں نے فلینڈرس میں جو شدید ضرب لگائی ہے۔ وہ اس زبردست حملہ کی ابتدا ہے جو اس محاذ پر شروع ہو گیا ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا معرکہ شمار کیا جائیگا۔

ایک گرجا میں آگ لگا دی گئی۔ ایک فرانسیسی کمیونیک مظہر ہے کہ جرمنوں نے سین کوئنٹین کے گرجا میں آگ لگا دی۔ ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ ساری رات یہ عمارت شعلہ زن رہی اور صبح ہوتے ہی مضبوط چھت نیچے آ رہی۔ اور وسطی مینار بھی گر گیا۔ اس گرجا کے بعض حصے تیرھویں صدی میں تعمیر ہوئے تھے۔ اور عمارت میں رنگین شیشوں کی اعلیٰ درجہ کی کھڑکیاں تھیں سینٹ کوئنٹین کے قریب دو موضعوں میں جرمنوں نے آگ لگا دی۔

سابق زار روس کی جلاوطنی۔ پیٹروگراڈ کا تار مظہر ہے کہ سابق زار روس اور اس کے خاندان کو سائبیریا کے مقام بوسک میں پہنچایا گیا ہے۔ ان کی جلاوطنی کا اس نے فیصلہ کیا گیا تھا کہ گورنمنٹ کو جوابی انقلابی ایجی ٹیشن کی اطلاع ملی تھی۔ اور خبر ملی تھی کہ غالباً سابق زار کو زارسکو سیلو میں قید سے رہا کرانے کی کوشش کی جائیگی۔

ہندوستان کی خبریں

ایک ڈپٹی کمشنر معطل کیا گیا۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر ای بیچلیر آئی - سی - ایس - ڈپٹی کمشنر چھندواڑہ (صوبجات متوسط) کو معطل کیا گیا ہے۔ اس عرصہ میں آپ کو صرف ۴۰۰ روپیہ ماہوار الاونس ملیگا۔

ایک کتاب کی ضبطی۔ چیف کمشنر صاحب دہلی نے پریس ایکٹ کے ماتحت ایک اردو کتاب "جنگ طرابلس المعروف خون ناحق" مصنفہ شیخ احسان الحق بحق سرکار ضبط شدہ قرار دی ہے۔

نیو انڈیا کی ضمانت ضبط۔ مدراس کی تار مظہر ہے کہ اخبار نیو انڈیا (جو کہ مسز اینی بیسنٹ کا اخبار تھا) کی ۲۰۰۰ روپیہ کی ضمانت ضبط کر لی گئی ہے۔

حضور وائسرائے کا دورہ۔ حضور وائسرائے نے اپنے موسم سرما کے دورہ میں علاوہ ان مقامات کے جن کا پیشتر ازیں اعلان کیا جا چکا ہے آئندہ ماہ جنوری میں مقامات دھر اور مانڈو کا معائنہ کریں گے۔

کمانڈر انچیف کا دورہ۔ ہز اکسلنسی کمانڈر انچیف مع اپنے اسٹاف کے منگل کے روز شملہ سے دورہ پر روانہ ہونگے

لارڈ رانلڈشے چاٹگام میں۔ ہز اکسلنسی لارڈ رانلڈشے مع ہز اکسلنسی لیڈی رانلڈشے منگل کے روز چاٹگام پہنچے۔

ثانوی تعلیم کی کانفرنس۔ ثانوی تعلیم کی کانفرنس ۲۰ - اگست کو شملہ میں منعقد ہوئی۔

پنجاب یونیورسٹی۔ چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے مسٹر ایچ کاورٹ - آئی - سی - ایس رجسٹرار کو سر پی سی چٹرجی آنجہانی کی جگہ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو نامزد فرمایا ہے

سپاہ تحفظ ہند۔ ۱۴ - اگست تک سپاہ تحفظ ہند کے ہندوستانی سیکشن میں کل ہندوستان سے ۲۹۰۴ ہندوستانیوں نے بھرتی کئے جانے کے لئے درخواستیں ارسال کی ہیں۔